فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۸۷)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: سجدے کو جاتے وقت پہلے ہاتھ رکھنے چاہییں یا گھٹنے؟

جواب: اس مسئلہ میں دونوں طرف کی مرفوع وموقوف روایات ضعیف وغیر ثابت ہیں، البتہ سلف کے بعض آثار ملتے ہیں، جن کی بنیاد پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ سجدے کو جاتے وقت چاہے پہلے ہاتھ رکھیں، یا پہلے گھٹنے رکھیں، دونوں طرح جائز ہے۔

سوال: مندرجہ ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي قَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا إِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِهٖ فَلَنْ تَضِلُّوا أَبَدًا كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''لوگو! میں نے آپ میں دو ایسی چیزیں چھوڑی ہیں، جن کو آپ تھام لیں گے، تو کبھی گمراہ نہ ہوں گے؛ ایک اللہ کی کتاب اور دوسری اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت۔''

(المستدرك للحاكم :94/1)

جواب: سند ضعیف ہے۔ ابو اویس عبداللہ بن عبداللہ مدنی ضعیف ہے۔

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَدْ ضَعَّفَهُ الْأَكْثَرُونَ .

''اکثر محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(المَجموع شرح المهذّب : 20/9)

سوال: مندرجہ ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❀ قیس مدنی سے مروی ہے:

إِنَّ رَجُلًا جاءَ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ، فَسَأَلَهٗ عَنْ شَيْءٍ، فَقَالَ لَهٗ زَيْدٌ : عَلَيْكَ أَبَا هُرَيْرَةَ، فَإِنِّي بَيْنَمَا أَنَا وَأَبُو هُرَيْرَةَ، وَفُلَانٌ فِي الْمَسْجِدِ ذَاتَ يَوْمٍ نَدْعُو اللّٰهَ، وَنَذْكُرُ رَبَّنَا، خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى جَلَسَ إِلَيْنَا فَسَكَتْنَا فَقَالَ : عُودُوا لِلَّذِي كُنْتُمْ فِيهِ قَالَ زَيْدٌ : فَدَعَوْتُ أَنَا وَصَاحِبَيَّ قَبْلَ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَجَعَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُؤَمِّنُ عَلٰى دُعَائِنَا، ثُمَّ دَعَا أَبُو هُرَيْرَةَ، فَقَالَ : اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِثْلَ مَا سَأَلَكَ صَاحِبَايَ هٰذَانِ، وَأَسْأَلُكَ عِلْمًا لَا يُنْسٰى، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : آمِينَ، فَقُلْنَا : يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَنَحْنُ نَسْأَلُ اللّٰهَ عِلْمًا لَا يُنْسٰى، فَقَالَ : سَبَقَكُمْ بِهَا الْغُلَامُ الدَّوْسِيُّ .

”سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص آیا اور کسی چیز کے متعلق سوال کیا، تو سیدنا زید رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا: آپ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس جائیے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک دن میں، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور فلاں شخص مسجد میں تھے، ہم اللہ سے دعا کر رہے تھے اور اس کا ذکر کر رہے تھے کہ رسول

اللہ ﷺ تشریف لائے اور ہمارے پاس بیٹھ گئے، ہم خاموش ہو گئے، تو فرمایا : اپنا عمل جاری رکھیں۔ تو سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پہلے میں (زید رضی اللہ عنہ) اور میرے ساتھی نے دعا کی، رسول اللہ ﷺ ہماری دعا پر آمین کہتے رہے، پھر سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے دعا کی: ''اللہ! میں تجھ سے وہی کچھ مانگتا ہوں، جو میرے ان دو ساتھیوں نے مانگا ہے اور میں تجھ سے ایسے علم کا طلب گار ہوں، جو کبھی نہ بھولے۔'' رسول اللہ ﷺ نے آمین کہا۔ تو ہم نے کہا: اللہ کے رسول! ہم بھی اللہ تعالیٰ سے کبھی نہ بھولنے والے علم کا سوال کرتے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: دوسی نوجوان آپ سے سبقت لے گیا ہے۔''

(السّنن الکبریٰ للنّسائي : 5870، المعجم الأوسط للطّبراني : 1228، المستدرك للحاکم : 508/3)

جواب: سند ضعیف ہے۔ قیس مدنی مجہول ہے۔

(تقریب التّهذیب لابن حجر : 5602)

لہٰذا حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (الاصابۃ: ۴/۲۰۸) کا اس کی سند کو 'جید' قرار دینا درست نہ ہوا۔

سوال: برسی منانا کیسا ہے؟

جواب: برسی منانا بدعت اور قبیح فعل ہے۔ برسی پر بے شمار بدعات وخرافات کا ارتکاب کیا جاتا ہے، نیز یہ عمل شرعاً بے اصل ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُمْ مِنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللّٰهُ وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ وَإِنَّ الظَّالِمِينَ لَهُمْ عَذَابٌ

أَلِيمٌ﴾(الشّورٰی : ۲۱)

''کیا ان کے ایسے شریک ہیں، جو انہیں شریعت گھڑ کر دیتے ہیں، جس کی اللہ تعالیٰ نے اجازت نہیں دی۔ فیصلہ کی بات نہ ہوتی، تو ان کا کام تمام کر دیا جاتا، نیز ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

یہ لوگوں کا گھڑا ہوا دین ہے۔ نبی کریم ﷺ کی مخالفت میں یہ سب کچھ کیا جاتا ہے۔

❁ نبی کریم ﷺ کا فرمانِ ہے:

مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَّيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ.

''ایسا عمل جس پر مہر نبوی ثبت نہ ہو، وہ مردود و باطل ہے۔''

(صحيح مسلم : 1718)

صحابہ کرام اور اسلاف امت اس عمل سے ناواقف تھے۔ اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کو ان کی پیروی کا حکم دیا ہے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿أُولٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ﴾(الأنعام : ۹۰)

''اللہ کے ہدایت یافتہ بندے یہی ہیں، لہٰذا ان کی ہدایت کی پیروی کریں۔''

سوال: نماز عید کے بعد قبرستان کی زیارت کرنا کیسا ہے؟

جواب: قبرستان کی زیارت مشروع اور جائز ہے، لیکن اسے کسی دن کے ساتھ خاص کرنا، جیسا کہ عید کے دن قبرستان جا کر دعا کرنا اور قبر پر پھول نچھاور کرنا وغیرہ بدعت ہے۔ خیر القرون کے مسلمان اس سے ناواقف تھے۔ وہ سب سے بڑھ کر نبی کریم ﷺ محبت کرنے والے اور محبت رسول کے تقاضوں کو پورا کرنے والے تھے۔ دین کا وسیع علم ہونے

کے باوجود انہوں نے ایسا نہیں کیا، تو یہ دین کیسے بن گیا؟

❁ امام مالک بن انس رحمہ اللہ (۱۷۹ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ أَحْدَثَ فِي هٰذِهِ الْأُمَّةِ الْيَوْمَ شَيْئًا لَّمْ يَكُنْ عَلَيْهِ سَلَفُهَا فَقَدْ زَعَمَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَانَ الرِّسَالَةَ لِأَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُولُ : ﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾، فَمَا لَمْ يَكُنْ يَوْمَئِذٍ دِينًا لَّا يَكُونُ الْيَوْمَ دِينًا .

''جس نے آج کوئی ایسی چیز جاری کی، جس پر اسلاف امت کا عمل نہیں تھا، وہ زبانِ حال سے کہہ رہا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ابلاغِ رسالت میں خیانت کی۔ اللہ کا فرمان ہے: ﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِى وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾ ''آج ہم نے تمہارا دین مکمل کر دیا، اتمام نعمت کیا اور اسلام دین آپ کے لئے پسند فرمایا۔'' لہٰذا جو چیز اس دن دین نہ تھی، وہ آج دین نہیں ہو سکتی۔''

(الإحكام في أصول الأحكام لابن حزم: 58/6، وسندهٗ حسنٌ)

❁ علامہ ابن الحاج رحمہ اللہ (۷۳۷ھ) فرماتے ہیں:

''یہ بھی شیطانی ہتھکنڈا ہے کہ وہ ترکِ سنت کا نہیں کہتا، بلکہ کسی اور کام پر لگا کر خیال ڈالتا ہے کہ یہ ثواب کا کام ہے۔ شیطان نے لوگوں کے ساتھ یہ چال چلی کہ وہ عید کے دن گھر واپس لوٹنے سے پہلے قبروں کی زیارت کریں، اس

عمل کو مختلف تخیلات سے مزین کر دیا اور انہیں ذہنی دلائل مہیا کیے کہ اس دن اپنے اعزا و اقارب کی قبروں کی زیارت، نیکی اور ان سے محبت کا اظہار ہے۔ اس عید پر ان کے نہ رہنے کا افسوس ہوتا ہے۔ لوگوں نے عام دنوں میں بھی قبروں کے سے حوالے سے بدعات و خرافات کا بازار گرم کر دیا۔ تو عید کے دن کیا حال ہوگا، جب کہ اس دن عورتیں خوش گوار ملبوسات اور زیورات زیب تن کیے ہوتی ہیں اور زینت کی حدیں پار کیے ہوتی ہیں، ابھی تو یہ عید کے لیے نہیں نکلتیں، جب یہ زیارتِ قبور کے لیے نکلیں گی، تو دیکھ لینا یہ قبروں پر اپنا پردۂ حیا تار تار کر دیں گیں۔ یوں شیطان نے سنت کے بدلے حرام کام کا مرتکب بنا دیا۔''

(المَدخل :286/1)

(سوال): دورانِ جماع بیوی سے گفتگو کر سکتا ہے؟

(جواب): دورانِ جماع عورت سے گفتگو ہو سکتی ہے۔ ممانعت کی کوئی دلیل نہیں۔

❀ نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ (۱۳۰۷ھ) لکھتے ہیں:

أَمَّا الْكَلَامُ حَالَ الْجِمَاعِ، فَقَدِ اسْتَدَلَّ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ عَلٰى كَرَاهَةِ الْكَلَامِ حَالَ الْجِمَاعِ بِالْقَيَاسِ عَلٰى كَرَاهَتِهٖ حَالَ قَضَاءِ الْحَاجَةِ فَإِنْ كَانَ ذٰلِكَ بِجَامِعِ الْإِسْتِخْبَاثِ فَبَاطِلٌ فَإِنَّ حَالَةَ الْجِمَاعِ حَالَةٌ مُّسْتَلِذَّةٌ لَّا حَالَةٌ مُّسْتَخْبَثَةٌ وَفِي الْمُكَالَمَةِ حَالَتَهٗ نَوْعٌ مِّنْ إِحْسَانِ الْعُشْرَةِ بَلْ فِيهِ لَذَّةٌ ظَاهِرَةٌ كَمَا قَالَ بَعْضُ الشُّعَرَاءِ :

وَيُعْجِبُنِي مِنْكِ حَالَ الْجِمَاعِ ...... لِينُ الْكَلَامِ وَضَعْفُ النَّظَرِ
وَإِنْ كَانَ الْجَامِعُ شَيْئًا آخَرَ فَمَا هُوَ؟ فَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ شَرَعَ الْمُلَاعَبَةَ وَالْمُدَاعَبَةَ وَوَقْتُ الْجِمَاعِ أَوْلٰى بِذٰلِكَ مِنْ غَيْرِهِ.

''بعض اہل علم نے قضائے حاجت کے دوران کلام کرنے کی ممانعت پر قیاس کرتے ہوئے جماع کے دوران بھی کلام کرنے کو ممنوع قرار دیا ہے۔ اگر کوئی کہے کہ وہ برا کام کر رہا ہے، تو یہ بات غلط ہے، کیوں کہ جماع لذت کے لمحات ہیں، نہ کہ برے۔ حالت جماع میں بیوی سے گفتگو کرنا حسن معاشرت ہے، بلکہ یہ واضح لذت ہے، جیسا کہ کسی شاعر نے کہا تھا:

وَيُعْجِبُنِي مِنْكِ حَالَ الْجِمَاعِ ...... لِينُ الْكَلَامِ وَضَعْفُ النَّظَرِ

'مجھے بہ وقتِ جماع آپ سے نرم نرم کلام اور ہلکی ہلکی نظر خوش گوار لگتی ہے۔' اگر جماع کرنے والا کوئی اور کام کر رہا ہے، تو وہ کیا ہو سکتا ہے؟ بلاشبہ بیوی سے دل لگی اور اٹکھیلیاں کرنا تو نبی کریم ﷺ نے مشروع کیا ہے اور دورانِ جماع ایسا کرنا بالاولیٰ جائز ہے۔''

(الرّوضة النّدية : 83/2)

سوال: نماز جمعہ میں تشہد پانے والا جمعہ پڑھے یا ظہر؟

جواب: نماز جمعہ میں تشہد پانے والا ظہر پڑھے گا، نہ کہ جمعہ۔

① سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِّنَ الصَّلَاةِ، فَقَدْ أَدْرَكَ الصَّلَاةَ.

''جس نے نماز کی ایک رکعت پالی، اس نے نماز پالی۔''

(صحیح البخاري : 580، صحیح مسلم : 607)

✿ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

الْعَمَلُ عَلٰی هٰذَا عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ العِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ، قَالُوا : مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِّنَ الْجُمُعَةِ صَلّٰى إِلَيْهَا أُخْرٰى، وَمَنْ أَدْرَكَهُمْ جُلُوسًا صَلّٰى أَرْبَعًا، وَّبِهٖ يَقُولُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، وَابْنُ المُبَارَكِ، وَالشَّافِعِيُّ، وَأَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ .

''اہل علم صحابہ اور محدثین کا اسی پر عمل رہا ہے، وہ کہا کرتے تھے: جو نماز جمعہ کی ایک رکعت پالے، تو بعد میں دوسری رکعت پڑھ لے اور جو تشہد پائے، وہ چار رکعت ادا کرے۔ سفیان ثوری، عبداللہ بن مبارک، شافعی، احمد اور اسحاق بن راھویہ رحمہم اللہ کا یہی موقف و مذہب تھا۔''

(سنن التّرمذي، تحت الحديث : 524)

② سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِّنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَقَدْ أَدْرَكَهَا وَلْيُضِفْ إِلَيْهَا أُخْرٰى .

''جمعہ کی ایک رکعت پالی، تو جمعہ پالیا، اب دوسری رکعت ادا کرلے۔''

(سنن الدّارقطني : 12/2، ح : 1608، وسندهٗ حسنٌ)

③ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِّنَ الْجُمُعَةِ فَقَدْ أَدْرَكَهَا، إِلَّا أَنَّهٗ يَقْضِي مَا فَاتَهٗ .

''جمعہ کی ایک رکعت پالی، جمعہ پالیا، اب دوسری رکعت ادا کر لے۔''

(السّنن الکبریٰ للبیھقي : 204/3، وسندہٗ صحیحٌ)

④ **امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:**

مَنْ أَدْرَكَ الْخُطْبَةَ فَهِيَ الْجُمُعَةُ، وَمَنْ أَدْرَكَ رَكْعَتَيْنِ فَهِيَ الْجُمُعَةُ، وَمَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً فَقَدْ أَدْرَكَ الْجُمُعَةَ، فَلْيُصَلِّ رَكْعَةً أُخْرٰى، وَمَنْ لَمْ يُدْرِكِ الرُّكُوعَ، فَلْيُصَلِّ أَرْبَعًا .

''جو خطبہ میں شامل ہوا یا دونوں رکعتیں پالیں، اس کا جمعہ ادا ہو گیا، جس نے جمعہ کی ایک رکعت پالی، جمعہ اس نے بھی پالیا، بس دوسری رکعت کھڑے ہو کر ادا کر لے اور جو ایک رکعت بھی نہ پا سکے، وہ چار رکعت (ظہر) ادا کرے۔''

(مصنّف ابن أبي شیبة : 128/2، وسندہٗ صحیحٌ)

⑤ تا ⑧ **نافع تابعی رحمہ اللہ** (مصنّف ابن أبي شیبة : ١٢٩/٢، وسندہٗ صحیحٌ)، **امام زہری رحمہ اللہ** (مصنّف ابن أبي شیبة : ١٢٨/٢، وسندہٗ صحیحٌ)، **عروہ بن زبیر رحمہ اللہ** (مصنّف ابن أبي شیبة : ١٢٩/٢، وسندہٗ صحیحٌ) **اور میمون بن مہران رحمہ اللہ فرماتے ہیں:**

''جب آپ جمعہ کی ایک رکعت پالیں، تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد دوسری رکعت ادا کر لیں۔''

امام عبد الرزاق بن ہمام صنعانی رحمہ اللہ (مصنف عبد الرزاق : ٥٤٧١) **کا یہی موقف** ہے کہ تشہد میں ملنے والا ظہر ادا کرے گا۔

الحاصل:

نمازِ جمعہ ادا کرنے کے لیے ایک رکعت پانا ضروری ہے۔تشہد میں ملنے والا امام کے سلام پھیرنے کے بعد چار رکعت ظہر ادا کرے گا اور جمعہ کی نیت کو ظہر میں بدل دے گا۔

(سوال): کیا واقعہ حرہ کے موقع پر قبر رسول ﷺ سے اذان سنائی دینا ثابت ہے؟

(جواب): بعض لوگ یہ بیان کرتے سنائی دیتے ہیں کہ سانحہ حرہ (63ھ) کے دوران نبی اکرم ﷺ کی قبر مبارک سے اذان سنائی دیتی رہی۔کسی بھی واقعے، حادثے یا سانحے کی صحت و سقم کا پتہ اس کی سند سے لگایا جا سکتا ہے۔محدثین کرام رحمہم اللہ پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے، انہوں نے قرآن وسنت کی روشنی میں سند کی پرکھ کے لیے مبنی برانصاف قوانین وضع کیے، پھر راویانِ اسانید کے کوائف بھی سپرد کتب کر دیئے۔ذخیرۂ روایات کی جانچ کا یہ انداز اسلامی ورثے کا امتیازی پہلو ہے۔دیگر مذاہب میں اس کی مثال نہیں ملتی۔

کتبِ حدیث ہوں یا سیرت وتاریخ، اہل علم ان میں اپنی سندیں ذکر کر کے اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو چکے ہیں، اب یہ بعد والوں پر ہے کہ وہ ان اصول وقوانین اور راویوں کے کوائف کو مدنظر رکھتے ہوئے صحت و سقم کا لحاظ کریں یا اپنے مفاد میں ملنے والی ہر روایت کو اندھا دھند پیش کرتے جائیں۔

ذیل میں سانحۂ حرہ کے دوران قبر نبوی سے اذان کے بارے میں ملنے والی روایت اپنی تمام تر سندوں اور ان پر تبصرے کے ساتھ پیش خدمت ہے۔فیصلہ خود فرمائیں!

① سعید بن عبدالعزیز تنوخی رحمہ اللہ (م:90ھ) بیان کرتے ہیں:

لَمَّا كَانَ أَيَّامُ الْحَرَّةِ لَمْ يُؤَذَّنْ فِي مَسْجِدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثًا، وَلَمْ يُقَمْ، وَلَمْ يَبْرَحْ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ الْمَسْجِدَ، وَكَانَ لَا يَعْرِفُ وَقْتَ الصَّلَاةِ، إِلَّا بِهَمْهَمَةٍ،

يَسْمَعُهَا مِنْ قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

''سانحۂ حرہ کے دوران تین دن تک مسجدِ نبوی میں اذان و اقامت نہیں ہوئی تھی۔ ان دنوں امام سعید بن مسیّب رحمہ اللہ مسجدِ نبوی ہی میں مقیم تھے۔ انہیں نماز کا وقت قبرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنائی دینے والی آواز ہی سے ہوتا تھا۔''

(مسند الدّارمي :1/44)

سند ''انقطاع'' کی وجہ سے ''ضعیف'' ہے۔ سانحۂ حرہ اسے بیان کرنے والے راوی سعید بن عبد العزیز تنوخی رحمہ اللہ کی پیدائش سے بہت پہلے رونما ہو چکا تھا۔ پھر سعید بن عبد العزیز رحمہ اللہ کی امام سعید بن مسیّب رحمہ اللہ سے ملاقات بھی نہیں ہوئی۔ حرہ کا واقعہ 63 ہجری میں رونما ہوا اور امام سعید بن مسیّب رحمہ اللہ 94 ہجری میں فوت ہوئے، جبکہ سعید بن عبد العزیز رحمہ اللہ کی پیدائش 90 ہجری کو ہوئی۔

پھر امام سعید بن مسیّب رحمہ اللہ مدینہ منورہ میں فوت ہوئے، جبکہ سعید بن عبد العزیز رحمہ اللہ شام میں پیدا ہوئے۔ اب کیسے ممکن ہے کہ سعید بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے یہ روایت سعید بن مسیّب رحمہ اللہ سے خود سنی ہو؟ انہیں کس شخص نے یہ بات بیان کی، معلوم نہیں۔ لہٰذا یہ روایت ''انقطاع'' کی وجہ سے ''ضعیف'' ہے۔

② امام ابن سعد رحمہ اللہ نے اس واقعہ کو یوں نقل کیا ہے:

أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ، قَالَ: حَدَّثَنِي طَلْحَةُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: كَانَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ أَيَّامَ الْحَرَّةِ فِي الْمَسْجِدِ،۔۔۔، قَالَ: فَكُنْتُ إِذَا حَانَتِ الصَّلَاةُ أَسْمَعُ أَذَانًا يَخْرُجُ مِنْ قِبَلِ الْقَبْرِ، حَتّٰى أَمِنَ النَّاسُ.

''امام سعید بن مسیّب رحمہ اللہ سانحۂ حرہ کے دنوں میں مسجدِ نبوی ہی میں مقیم تھے۔۔۔وہ بیان کرتے ہیں کہ جب بھی اذان کا وقت ہوتا، میں قبر نبوی سے اذان کی آواز سنتا۔ جب تک امن نہ ہو گیا، یہ معاملہ جاری رہا۔''

(الطبقات الکبریٰ : 132/5)

یہ من گھڑت قصہ ہے،

① محمد بن عمر واقدی ''ضعیف'' اور ''متروک'' ہے۔

② طلحہ بن محمد بن سعید ''مجہول'' ہے۔

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : 486/4)

③ محمد بن سعید بن مسیّب کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ''مقبول'' (مجہول الحال) قرار دیا ہے۔

(تقريب التّهذيب : 5913)

امام ابن حبان رحمہ اللہ نے اسے ''الثقات'' (421/7) میں ذکر کیا ہے، کسی معتبر امام نے اس کی توثیق نہیں کی۔

③ [الطبقات الکبری لابن سعد (131/5)]، [تاریخ ابن ابی خیثمہ (2011)]، [دلائل النبوۃ لابی نعیم الاصبہانی (510)] اور [مثیر العزم الساکن لابن الجوزی (476)] میں جو سند مذکور ہے۔ اس میں عبدالحمید بن سلیمان مدنی جمہور کے نزدیک ''ضعیف'' ہے۔

④ حافظ، ابوعبداللہ، محمد بن محمود، ابن نجار رحمہ اللہ (643ھ) نقل کرتے ہیں:

أَنْبَأَنَا ذَاكِرُ بْنُ كَامِلِ بْنِ أَبِي غَالِبٍ الْخَفَّافِ، فِيمَا أُذِنَ لِي فِي رِوَايَتِهِ عَنْهُ، قَالَ : كَتَبَ إِلَيَّ أَبُو عَلِيٍّ الْحَدَّادِ، عَنْ أَبِي نُعَيمٍ

الْأَصْبَهَانِيّ، قَالَ : أَنْبَأَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ نَصِيرٍ : أَخْبَرَنَا أَبُو يَزِيدِ الْمَخْزُومِيُّ : أَخْبَرَنَا الزُّبَيْرُ بْنُ بَكَّارٍ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ (بْنِ زَبَالَةَ) : حَدَّثَنِي غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ مُحَمَّدٍ، أَنَّهُ لَمَّا كَانَ أَيَّامُ الْحَرَّةِ تُرِكَ الْأَذَانُ فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، وَخَرَجَ النَّاسُ إِلَى الْحَرَّةِ، وَجَلَسَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ : فَاسْتَوْحَشْتُ، فَدَنَوْتُ مِنْ قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ، سَمِعْتُ الْأَذَانَ فِي قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

''جن دنوں حادثۂ حرہ رونما ہوا، مسجد نبوی میں تین دن تک اذان نہ ہوئی۔ لوگ حرہ کی طرف نکل چکے تھے، لیکن سعید بن مسیّب رحمہ اللہ مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں تنہائی میں وحشت محسوس کرنے لگا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے قریب ہو گیا۔ جب نماز کا وقت ہوا تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک سے اذان کی آواز سنی۔''

(الدرّة الثمينة في أخبار المدينة، ص 159)

یہ سفید جھوٹ ہے۔ محمد بن حسن بن زبالہ مخزومی ''کذاب'' اور جھوٹی حدیثیں گھڑنے والا تھا۔

۞ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ بِثِقَةٍ، كَانَ يَسْرِقُ الْحَدِيثَ، كَانَ كَذَّابًا، وَلَمْ يَكُنْ بِشَيْءٍ .

''یہ قابل اعتماد نہیں تھا، حدیثوں کا سرقہ کرتا تھا، جھوٹا اور فضول شخص تھا۔''

(تاريخ ابن معين برواية الدّوري : 511,510/2)

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مُتَّفَقٌ عَلٰى ضَعْفِهٖ .

''اس کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے۔''

(فتح الباري : 298/11)

قبر نبوی سے اذان کی آواز آنے کے بارے میں یہی چار سندیں ہیں، جن کا حال آپ نے ملاحظہ فرما لیا ہے۔ دین کی بنیاد سند پر ہے، جب کسی قصے کہانی کی سندیں جھوٹی اور نا قابل اعتبار ہوں، تو اس کو بیان کرنا جھوٹ کو رواج دینے کی کوشش ہے۔ بعض لوگ جھوٹی سندوں پر مبنی روایات سے اپنے عقائد اخذ کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

۞ دیوبندی عالم، ظفر احمد عثمانی صاحب (1369ھ) لکھتے ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيٌّ،---، وَإِنَّهٗ يُصَلِّي فِي قَبْرِهٖ بِأَذَانٍ وَّإِقَامَةٍ .

''بلاشبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں......اور آپ اپنی قبر مبارک میں اذان اور اقامت کے ساتھ نماز ادا فرماتے ہیں۔''

(فتح الملهم : 419/3)

قبر مبارک میں اذان اور اقامت کے ساتھ نماز پڑھنے کا نظریہ قطعی طور پر ثابت

نہیں۔قبر نبوی سے اذان والی روایات کی حقیقت آپ نے ملاحظہ کر ہی لی ہے۔خواہ مخواہ نبی اکرم ﷺ کے متعلق مبالغہ آمیزی پر مبنی عقیدہ گھڑ لیا گیا ہے۔

۞ علامہ انور شاہ کشمیری صاحب (1352ھ) کہتے ہیں:

إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْأَعْمَالِ قَدْ تَثْبُتُ فِي الْقُبُورِ كَأَذَانٍ وَّالْإِقَامَةِ عِنْدَ الدَّارِمِيِّ، وَقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ عِنْدَ التِّرْمِذِيِّ.

''قبروں میں بہت سے اعمال ثابت ہیں، جیسا کہ سنن دارمی میں اذان واقامت ثابت ہے اور سنن ترمذی میں قرآن کی قرات۔''

(فيض الباري:183/1)

دارمی والی روایت کی حیثیت واضح کی جا چکی ہے، اب ترمذی والی روایت ملاحظہ ہو:

۞ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف یہ قول منسوب ہے:

ضَرَبَ بَعْضُ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خِبَاءَهُ عَلٰى قَبْرٍ، وَهُوَ لَا يَحْسِبُ أَنَّهُ قَبْرٌ، فَإِذَا فِيهِ إِنْسَانٌ يَّقْرَأُ سُورَةَ ﴿تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ﴾ حَتّٰى خَتَمَهَا، فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنِّي ضَرَبْتُ خِبَائِي عَلٰى قَبْرٍ، وَأَنَا لَا أَحْسِبُ أَنَّهُ قَبْرٌ، فَإِذَا فِيهِ إِنْسَانٌ يَّقْرَأُ سُورَةَ تَبَارَكَ الْمُلْكِ، حَتّٰى خَتَمَهَا، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هِيَ الْمَانِعَةُ، هِيَ الْمُنْجِيَةُ، تُنْجِيهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ.

''ایک صحابی نے انجانے میں کسی قبر پر اپنا خیمہ لگا لیا۔اس میں ایک انسان

سورۂ ملک کی قراءت کر رہا تھا۔اس نے مکمل سورت پڑھی۔صحابی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: اللہ کے رسول! میں نے انجانے میں ایک قبر پر اپنا خیمہ لگا لیا تو اس میں ایک انسان سورۂ ملک کی قراءت کر رہا تھا،اس نے پوری سورت پڑھی۔اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سورۂ ملک اپنے پڑھنے والے سے عذاب کو روکتی ہے اور اسے عذابِ قبر سے نجات دیتی ہے۔''

(سنن التّرمذي: 2890)

سند سخت ''ضعیف'' ہے۔

① یحییٰ بن عمرو بن مالک نکری ''ضعیف'' ہے۔اپنے والد سے روایت کرے، تو روایت ''منکر'' ہوتی ہے۔

✿ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ مُنْكَرَ الرِّوَايَةِ عَنْ أَبِيهِ .

''یہ اپنے والد سے منکر روایات بیان کرتا تھا۔''

(کتاب المَجروحین: 114/3)

مذکورہ بالا روایت بھی یحییٰ بن عمرو اپنے والد سے بیان کر رہا ہے،لہٰذا جرح مفسر ہوئی۔

② یحییٰ بن عمرو کے والد عمرو بن مالک نکری (حسن الحدیث) یہ روایت ابوالجوزاء سے بیان کرتے ہیں اور ان کی ابوالجوزاء سے روایت ''غیر محفوظ'' ہوتی ہے۔

(تهذيب التّهذيب لابن حجر :336/1)

کسی غیر ثابت روایت کو اپنا عقیدہ بنا لینا کیسے جائز ہے؟ دین وعقیدہ کی بنیاد صرف

صحیح احادیث بنتی ہیں۔

الحاصل:

واقعہ حرہ کے وقت قبر نبوی سے اذان سنائی دینا ثابت نہیں۔ اس بارے میں کوئی روایت پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتی۔ لہٰذا اس قصے کو بیان کرنا اور اس سے مسائل کا استنباط کرنا دین اسلام کی خدمت نہیں۔

سوال: زکوۃ کی ادائیگی کے وقت کس قیمت کا اعتبار ہوگا؟

جواب: زکوۃ نکالتے وقت چیز کا جو ریٹ ہے، اسی قیمت کا اعتبار ہوگا۔

سوال: مندرجہ ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْمُعْتَدِي فِي الصَّدَقَةِ كَمَانِعِهَا .

''زکوۃ وصول کرنے میں زیادتی کرنے والے زکوۃ کو روکنے والے کی مانند ہے۔''

(سنن أبي داود : 1585)

جواب: سند ضعیف ہے۔ سعد بن سنان کندی جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔

❁ یہی روایت سیدنا جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

(المعجم الكبير للطّبراني : 2275)

یہ سند بھی ضعیف ہے،

① عمر بن علی مقدمی مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں ملی۔

② اسماعیل بن ابی خالد کا عنعنہ ہے۔

③ حسن بن علی بن شبیب ''متکلم فیہ'' راوی ہے۔

سوال: کیا امام کے ساتھ مقتدی بھی ''سمع اللہ لمن حمدہ'' کہے گا؟

جواب: مقتدی بھی سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہے گا۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ، يُكَبِّرُ حِينَ يَقُومُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْكَعُ، ثُمَّ يَقُولُ: سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ، حِينَ يَرْفَعُ صُلْبَهٗ مِنَ الرَّكْعَةِ، ثُمَّ يَقُولُ وَهُوَ قَائِمٌ: رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ.

''رسول اللہ ﷺ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے، تو اللہ اکبر کہتے، جب رکوع جاتے، تو اللہ اکبر کہتے، جب رکوع سے اپنی کمر مبارک اٹھاتے، تو سمع اللہ لمن حمدہ کہتے، پھر کھڑے کھڑے ربنا لک الحمد کہتے۔''

(صحيح البخاري: 789)

اس حدیث کی روشنی میں نبی اکرم ﷺ کی پیروی اسی میں ہے کہ نمازی خواہ امام ہو، مقتدی ہو یا منفرد، ہر صورت میں رکوع سے سر اٹھانے کے بعد سمع اللہ لمن حمدہ کہے۔

❁ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي. ''میری طرح نماز پڑھیں۔''

(صحيح البخاري: 631)

جب رسول اللہ ﷺ سمع اللہ لمن حمدہ کے الفاظ فرماتے تھے، تو ہر نمازی کو آپ ﷺ کے فرمان کے مطابق آپ کی پیروی میں سمع اللہ لمن حمدہ کے الفاظ کہنے چاہیں۔

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

يَقْتَضِي هٰذَا مَعَ مَا قَبْلَهُ أَنَّ كُلَّ مُصَلٍّ يَجْمَعُ بَيْنَهُمَا وَلِأَنَّهُ ذِكْرٌ يُسْتَحَبُّ لِلْإِمَامِ فَيُسْتَحَبُّ لِغَيْرِهٖ كَالتَّسْبِيحِ فِي الرُّكُوعِ وَغَيْرِهٖ وَلِأَنَّ الصَّلَاةَ مَبْنِيَّةٌ عَلٰى أَنْ لَا يَفْتُرَ عَنِ الذِّكْرِ فِي شَيْءٍ مِنْهَا فَإِنْ لَمْ يَقُلْ بِالذِّكْرَيْنِ فِي الرَّفْعِ وَالْاِعْتِدَالِ بَقِيَ أَحَدُ الْحَالَيْنِ خَالِيًا عَنِ الذِّكْرِ .

''یہ حدیث پہلی ذکر کردہ احادیث سے مل کر یہ تقاضا کرتی ہے کہ ہر نمازی سمع اللہ لمن حمدہ اور ربنا لک الحمد دونوں کو جمع کرے۔ نیز سمع اللہ لمن حمدہ ایک ذکر ہے، جو امام کے لیے مستحب ہے، لہٰذا یہ مقتدی کے لیے بھی مستحب ہوگا، جیسا کہ رکوع وغیرہ میں تسبیح امام بھی پڑھتا ہے اور مقتدی بھی۔ اس لیے بھی مقتدی سمع اللہ لمن حمدہ کہے گا کہ نماز کی بنیاد اس بات پر ہے کہ اس کا کوئی حصہ بھی ذکر سے خالی نہ ہو۔ اگر نمازی سر اٹھاتے اور سیدھا کھڑا ہوتے وقت دونوں حالت میں دو ذکر نہ کرے گا، تو اس کی ایک حالت ذکر سے خالی رہ جائے گی۔''

(المَجموع شرح المُهذّب : 420/3)

معلوم ہوا کہ جس طرح امام کی نماز ہے، اسی طرح مقتدی کی نماز ہے، سوائے ان چیزوں کے جن میں استثنیٰ ثابت ہو جائے۔ سمع اللہ لمن حمدہ کے متعلق کوئی استثنیٰ ثابت نہیں۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ .

''بلاشبہ امام اس لیے بنایا گیا ہے، تاکہ اس کی اقتدا کی جائے۔''

(صحيح البخاري : 378، صحيح مسلم : 411)

❁ حافظ عراقی رحمہ اللہ (۸۰۶ھ) فرماتے ہیں:

نَقُولُ إِنَّ فِي الْحَدِيثِ دَلَالَةٌ عَلٰى أَنَّ الْمَأْمُومَ يَقُولُ : سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ .

''ہم کہتے ہیں کہ یہ حدیث دلیل ہے کہ مقتدی سمع اللہ لمن حمدہ کہے گا۔''

(طرح التّثريب : 332/2)

مقتدی کے لیے امام کی اقتدا ضروری ہے، امام یہ الفاظ کہتا ہے، تو مقتدی بھی کہے گا۔

جو لوگ مقتدی کیلئے یہ الفاظ کہنے کے قائل نہیں، ان کی دلیل ملاحظہ فرمائیں:

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا قَالَ الْإِمَامُ : سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ، فَقُولُوا : اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ .

''جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے، تو آپ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہیں۔''

(صحيح البخاري : 796، صحيح مسلم : 409)

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إِذَا قَالَ الْإِمَامُ : سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، فَلْيَقُلْ مَنْ خَلْفَهٗ : رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ .

''جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو مقتدی ربنا لک الحمد کہیں۔''

(المُعجم الكبير للطّبراني : 9324، وسندہٗ حسنٌ)

لیکن اس حدیث اور اس اثر میں مقتدی کو سمع اللہ لمن حمدہ کہنے سے روکا قطعاً نہیں گیا، بلکہ اس میں تو مقتدی کو اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ کہنے کا وقت اور مقام بتایا گیا ہے کہ وہ امام کے سمع اللہ لمن حمدہ کہنے کے بعد کہے، جیسے مقتدی کو آمین کہنے کا وقت اور مقام بتانے

کے لیے فرمایا گیا کہ جب امام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے، تو آپ آمین کہیں۔

(صحيح البخاري: 782)

بعینہ یہی صورتِ حال اس مسئلے کی بھی ہے۔لہٰذا مذکورہ حدیث واثر سے یہ استدلال کرنا درست نہیں کہ امام اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ نہ کہے یا مقتدی سمع اللہ لمن حمدہ نہ کہے۔

اس استدلال کے ردّ میں حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا الْجَوَابُ عَنْ قَوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : «وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُولُوا : رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ»، فَقَالَ أَصْحَابُنَا فَمَعْنَاهُ : قُولُوا رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مَعَ مَا قَدْ عَلِمْتُمُوهُ مِنْ قَوْلِ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ، وَإِنَّمَا خَصَّ هٰذَا بِالذِّكْرِ لِأَنَّهُمْ كَانُوا يَسْمَعُونَ جَهْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَإِنَّ السُّنَّةَ فِيهِ الْجَهْرُ وَلَا يَسْمَعُونَ قَوْلَهٗ : رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ، لِأَنَّهٗ يَأْتِي بِهٖ سِرًّا كَمَا سَبَقَ بَيَانُهٗ وَكَانُوا يَعْلَمُونَ قَوْلَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي، مَعَ قَاعِدَةِ التَّأَسِّي بِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُطْلَقًا وَكَانُوا يُوَافِقُونَ فِي سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَلَمْ يَحْتَجْ إِلَى الْأَمْرِ بِهٖ وَلَا يَعْرِفُونَ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ فَأُمِرُوا بِهٖ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

”رہی اس فرمانِ نبوی کی بات کہ جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے، تو آپ ربنا لک الحمد کہیں، تو ہمارے اصحاب کے بقول اس کا معنی یہ ہے: سمع اللہ لمن حمدہ

کہنے کے بارے میں تو آپ جانتے ہیں، ساتھ ہی ربنا لک الحمد بھی کہیں۔ اس حدیث میں مقتدی کے لیے صرف ربنا لک الحمد کا ذکر اس لیے ہے کہ صحابہ کرام نبی اکرم ﷺ سے سمع اللہ لمن حمدہ تو سن لیتے تھے، کیونکہ (امام کے لیے) اس بارے میں سنت بلند آواز سے پڑھنا ہے، لیکن وہ ربنا لک الحمد نہیں سنتے تھے، کیونکہ آپ ﷺ اسے آہستہ آواز میں پڑھتے تھے۔ صحابہ کو نبی کریم ﷺ کے اس فرمان کا بھی علم تھا: ''میری طرح نماز پڑھیں۔'' پھر وہ اس قانون قاعدہ سے بھی اچھی طرح واقف تھے کہ نبی اکرم ﷺ کی اقتدا مطلق طور پر ضروری ہے۔ ان امور کی بنا پر صحابہ کرام آپ ﷺ کے ساتھ سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تھے، لہٰذا اس کا حکم دینے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ چونکہ ربنا لک الحمد کا انہیں علم نہیں تھا، اس لیے اس کا حکم دے دیا گیا، واللہ اعلم!''

(المَجموع شرح المُهذَّب: 420/3)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

''اس حدیث سے استدلال کیا گیا ہے کہ امام ربنا لک الحمد نہیں کہے گا اور مقتدی سمع اللہ لمن حمدہ نہیں کہے گا، کیونکہ اس روایت میں اس کا ذکر نہیں۔ یہ بات امام طحاوی رحمہ اللہ نے نقل کی ہے۔ امام مالک اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہی مذہب ہے۔ لیکن یہ بات محل نظر ہے، کیونکہ اس حدیث میں ایسی کوئی دلیل نہیں، جس سے (امام کے لیے ربنا لک الحمد کی اور مقتدی کے لیے سمع اللہ لمن حمدہ کی) نفی ہو، بلکہ اس حدیث میں یہ وضاحت ہے کہ مقتدی ربنا لک الحمد اس وقت کہے، جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہہ دے۔ حقیقت میں ہوتا بھی ایسے

ہی ہے کہ امام سمع اللہ لمن حمدہ رکوع سے اٹھتے وقت کہتا ہے اور مقتدی ربنا لک الحمد سیدھا کھڑا ہو کر کہتا ہے۔ چنانچہ اس کا ربنا لک الحمد کہنا امام کے سمع اللہ لمن حمدہ کہنے کے بعد ہی واقع ہوتا ہے، یہی بات اس حدیث میں بیان ہوئی ہے۔ یہ مسئلہ آمین والے مسئلے کے قریب قریب ہے۔ یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان سے کہ جب امام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے، تو آپ آمین کہیں۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ امام ولا الضالین کہنے کے بعد آمین نہیں کہہ سکتا۔'' (فتح الباري: ٢٨٣/٢)

تفصیل کے لیے دیکھیں حافظ سیوطی رحمہ اللہ کی کتاب الحاوی للفتاوی (٣٢/١)

❁ محمد بن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِذَا قَالَ الْإِمَامُ : سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ قَالَ مَنْ خَلْفَهٗ : سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ، اللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ .

''جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے، تو مقتدی کہیں: سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ، رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة :252/1، سنن الدّارقطني :344/1، وسندهٗ صحيحٌ)

تنبیہ:

❁ عامر شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يَقُولُ الْقَوْمُ خَلْفَ الْإِمَامِ : سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ، وَلٰكِنْ لِيَقُولُوا : اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ .

''مقتدی سمع اللہ لمن حمدہ نہ کہیں، بلکہ اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہیں۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة :225/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور امام اسحاق بن راہویہ رضی اللہ عنہ کا یہی مؤقف ہے۔

(مسائل الكوسج : 265)

ہمارے مطابق امام شعبی، امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق بن راہویہ رحمہم اللہ کا یہ اجتہاد مرجوح ہے۔ یہ ائمہ کرام اپنے اجتہاد پر ماجور اور اللہ تعالیٰ کے ہاں معذور ہیں۔ ثقہ ائمہ دین کے مرجوح اجتہادات کے بارے میں مسلمانوں کا یہی نظریہ ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں راہِ حق اپنانے کی توفیق عطا فرمائے، آمین!

الحاصل:

احادیث کی روشنی میں صحیح اور راجح موقف یہی ہے کہ مقتدی بھی سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہے گا۔